فصل پنجم

اخلاقی تعلیمات

(۳)

جامع اخلاقی ہدایات ان برائیوں کی نشاندہی کرنے کے ساتھ قرآن میں پے در پے ایسی جامع اخلاقی ہدایات دی گئیں جن کی خوبی دلوں میں کھُب جانے والی تھی، اور کسی سلیم الطبع انسان کے لیے ان کو برحق ماننے بغیر چارہ نہ تھا۔ خصوصیت کے ساتھ یہ اس بنا پر اور بھی زیادہ پُرکشش تھیں کہ انہیں صرف بیان ہی نہیں کیا گیا تھا، بلکہ ان کو پیش کرنے والے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور ان پر ایمان لانے والے لوگ رضی اللہ عنہم عملاً ان پر کاربند تھے۔ ذیل میں ہم ان کو سلسلہ وار نقل کرتے ہیں:

—— "اللہ عدل اور احسان اور صلہ رحمی کا حکم دیتا ہے اور بدی و بے حیائی اور ظلم و زیادتی سے منع کرتا ہے۔ وہ تمہیں نصیحت کرتا ہے تاکہ تم سبق حاصل کرو" (النحل ۹۰)۔

—— "اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) لوگوں سے کہو کہ آؤ میں تمہیں سناؤں کہ تمہارے رب نے تم پر کیا پابندیاں عائد کی ہیں۔ یہ کہ اُس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کرو۔ اور والدین کے ساتھ نیک سلوک کرو۔ اور اپنی اولاد کو مفلسی کے ڈر سے قتل نہ کرو، ہم تمہیں رزق دیتے ہیں، اُن کو بھی دیں گے۔ اور فحش کاموں کے قریب نہ جاؤ خواہ وہ کھلے ہوں یا چھپے۔ اور کسی جان کو جسے اللہ نے محترم ٹھیرایا ہے قتل نہ کرو مگر حق کے ساتھ۔ یہ باتیں ہیں جن کی ہدایت اُس نے تمہیں کی ہے شاید کہ تم سمجھ بوجھ سے کام لو۔ اور یتیم کے مال کے قریب نہ پھٹکو مگر ایسے طریقے سے جو بہترین ہو یہاں تک کہ وہ اپنے سنِ رُشد کو پہنچ جائے۔ اور انصاف کے ساتھ ناپ اور تول لو۔ ہم کسی شخص پر ذمہ داری کا اُتنا ہی بار ڈالتے ہیں جتنا اس کے امکان میں ہے۔ اور جب بولو تو انصاف کی بات کہو خواہ معاملہ اپنے رشتہ دار ہی کا ہو۔ اور اللہ کے عہد کو پورا کرو۔ ان باتوں کی نصیحت اللہ نے تمہیں کی ہے شاید کہ تم سبق لو" (الانعام ۱۵۱-۱۵۲)۔

____ ”تیرے رب نے فیصلہ کر دیا ہے کہ تم لوگ کسی کی عبادت نہ کرو مگر صرف اُس کی۔ اور والدین کے ساتھ نیک سلوک کرو، اگر تمہارے پاس اُن میں سے کوئی ایک یا دونوں بوڑھے ہو کر رہیں تو ان کو اُف تک نہ کہو، نہ انہیں جھڑک کر جواب دو، بلکہ ان کے ساتھ احترام سے بات کرو اور نرمی و رحم کے ساتھ ان کے سامنے جھک کر رہو، اور دعا کیا کرو کہ پروردگار! اُن پر رحم فرما جس طرح انہوں نے رحمت و شفقت کے ساتھ مجھے بچپن میں پالا تھا۔ تمہارا رب خوب جانتا ہے کہ تمہارے دلوں میں کیا ہے۔ اگر تم صالح بن کر رہو تو وہ ایسے سب لوگوں کے لیے درگزر کرنے والا ہے جو اپنے قصور پر متنبہ ہو کر بندگی کے رویّے کی طرف پلٹ آئیں۔ اور رشتہ دار کو اُس کا حق دو اور مسکین اور مسافر کو اُس کا حق۔ اور فضول خرچی نہ کرو، فضول خرچ لوگ شیطان کے بھائی ہیں اور شیطان اپنے رب کا ناشکرا ہے۔ اور اگر تمہیں اُن سے (یعنی حاجت مندوں سے) اِس بنا پر پہلوتہی کرنی پڑے کہ ابھی تم اللہ کی اُس رحمت کو جس کے تم اُمیدوار ہو تلاش کر رہے ہو، تو اُنہیں نرمی کے ساتھ جواب دو۔ اور نہ اپنا ہاتھ اپنی گردن سے باندھ رکھو (کہ بخل کرنے لگو) نہ اسے بالکل کھلا چھوڑ دو (کہ بے اندازہ خرچ کرنے لگو) اور ملامت زدہ اور عاجز بن کر رہ جاؤ۔ تیرا رب جس کے لیے چاہتا ہے رزق کشادہ کرتا ہے اور جس کے لیے چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے، وہ اپنے بندوں کے حال سے خوب باخبر ہے اور انہیں دیکھ رہا ہے۔ اور اپنی اولاد کو افلاس کے اندیشے سے قتل نہ کرو، ہم انہیں بھی رزق دیں گے اور تمہیں بھی۔ درحقیقت ان کا قتل ایک بہت بڑی خطا ہے۔ اور زنا کے قریب نہ پھٹکو، وہ سخت فحش کام اور بڑا ہی بُرا راستہ ہے۔ اور قتلِ نفس کا ارتکاب نہ کرو جسے اللہ نے حرام کیا ہے، مگر حق کے ساتھ۔ اور جو شخص مظلومانہ قتل کیا گیا ہو اس کے ولی کو ہم نے قصاص کے مطالبے کا حق دیا ہے، پس چاہیے کہ وہ قتل میں حد سے نہ گزرے، اُس کی مدد کی جائے گی۔ اور مالِ یتیم کے پاس نہ پھٹکو مگر احسن طریقے سے، یہاں تک کہ وہ اپنے شباب کو پہنچ جائے۔ اور عہد کو پورا کرو، یقیناً عہد کے بارے میں باز پرس ہونے والی ہے۔ پیمانے سے دو تو پورا بھر کر دو اور تولو تو ٹھیک ترازو سے تولو، یہ اچھا طریقہ ہے اور بلحاظِ انجام بھی یہی بہتر ہے۔ اور کسی ایسی چیز کے پیچھے نہ لگو جس کا تمہیں علم نہ ہو۔ یقیناً آنکھ، کان اور دل سب کی باز پرس ہونی ہے۔ اور زمین میں اکڑ کر نہ چلو، تم نہ زمین کو پھاڑ سکتے ہو اور نہ پہاڑوں کی بلندی کو پہنچ سکتے ہو۔ اِن امور میں سے ہر ایک کا بُرا پہلو تمہارے رب کے نزدیک ناپسندیدہ ہے۔ یہ وہ حکمت کی باتیں ہیں جو (اے نبیؐ) تمہارے رب نے تم پر وحی کی ہیں“ (بنی اسرائیل ۲۳ تا ۳۹)۔

____ "اللہ کی بندگی کرو اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کرو۔ ماں باپ کے ساتھ نیک برتاؤ کرو۔ رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ حسن سلوک کرو۔ اور پڑوسی رشتہ دار سے، اجنبی ہمسایے سے، پہلو کے ساتھی سے (یعنی ہم نشین ساتھی سے یا جس سے وقتی طور پر آدمی کا ساتھ ہو جائے)، مسافر سے، اور اُن لونڈی غلاموں سے جو تمہاری ملکیت میں ہوں، احسان کا معاملہ رکھو" (النساء ۳۶)۔

____ "نیکی یہ نہیں ہے کہ تم نے اپنے چہرے مشرق کی طرف کر لیے یا مغرب کی طرف (یعنی چند ظاہری مذہبی رسموں کو ادا کر دیا)۔ بلکہ نیکی یہ ہے کہ آدمی اللہ اور روزِ آخر اور فرشتوں اور کتاب اور پیغمبروں کو سچے دل سے مانے، اور اللہ کی محبت میں اپنا دل پسند مال رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں اور مدد مانگنے والوں کو دے اور غلاموں کی رہائی پر خرچ کرے، اور نماز قائم کرے اور زکوٰۃ دے۔ اور نیک وہ لوگ ہیں جو معاہدہ کریں تو اپنے عہد کو وفا کریں اور تنگی و مصیبت میں صبر کریں اور (حق و باطل کی) جنگ میں ثابت قدم رہیں۔ یہ ہیں راستباز لوگ اور یہی متقی ہیں" (البقرہ ۔ ۱۷۷)۔

____ "یقیناً فلاح پائی اُن ایمان لانے والوں نے جو اپنی نماز میں خشوع اختیار کرتے ہیں، جو لغویات سے دُور رہتے ہیں، زکوٰۃ (پاکیزگی) کے طریقے پر عامل ہوتے ہیں، جو اپنی شرم گاہوں کی (عریانی اور بدکاری) سے حفاظت کرتے ہیں سوائے اپنی بیویوں اور مملوکہ لونڈیوں کے کہ ان پر (محفوظ نہ رکھنے میں) وہ قابل ملامت نہیں ہیں، البتہ جو اس کے علاوہ کچھ اور چاہیں وہی زیادتی کرنے والے ہیں۔ اور (فلاح پائی اُن ایمان لانے والوں نے) جو اپنی امانتوں اور اپنے عہد و پیمان کا پاس رکھتے ہیں، اور اپنی نمازوں کی محافظت کرتے ہیں" (المومنون ۱ تا ۹)۔

____ "رحمان کے (اصلی) بندے وہ ہیں جو زمین پر نرم چال چلتے ہیں اور جاہل اُن کے مُنہ آئیں تو کہتے ہیں کہ تم کو سلام۔ جو اپنے رب کے حضور سجدے اور قیام میں راتیں گزارتے ہیں۔ جو دعائیں کرتے ہیں کہ اے ہمارے رب، جہنم کے عذاب کو ہم سے پھیر دے، اُس کا عذاب تو جان کا لاگو ہے، وہ تو بڑا ہی بُرا مستقر اور مقام ہے۔ جو خرچ کرتے ہیں تو نہ فضول خرچی کرتے ہیں نہ بخل، بلکہ ان کا خرچ دونوں انتہاؤں کے درمیان اعتدال پر قائم رہتا ہے۔ جو اللہ کے ساتھ کسی اور کو معبود نہیں پکارتے، اور کسی جان کو ناحق قتل نہیں کرتے جسے اللہ نے حرام کیا ہے، اور زنا نہیں کرتے۔ یہ کام جو کوئی کرے گا وہ اپنے گناہ کا بدلہ پائے گا، قیامت کے روز اس کو مکرر عذاب دیا جائے گا اور اس میں وہ ہمیشہ ذلت کے ساتھ پڑا رہے گا، اِلّا یہ

کہ کوئی (ان گناہوں کے بعد) توبہ کر چکا ہو اور ایمان لا کر عمل صالح کرنے لگا ہو۔ ایسے لوگوں کی بُرائیوں کو اللہ بھلائیوں سے بدل دے گا اور وہ بڑا غفور و رحیم ہے۔ جو شخص توبہ کر کے نیک عملی اختیار کرتا ہے وہ اللہ کی طرف پلٹ آتا ہے جیسا کہ پلٹنے کا حق ہے۔ اور (رحمان کے اصلی بندے وہ ہیں) جو جھوٹ کے گواہ نہیں بنتے، اور کسی لغو چیز پر ان کا گزر ہو جائے تو شریف آدمیوں کی طرح گزر جاتے ہیں۔ جنھیں اُن کے رب کی آیات سُنا کر جب نصیحت کی جاتی ہے تو وہ اس پر اندھے اور بہرے بن کر نہیں رہ جاتے۔ جو دعائیں مانگا کرتے ہیں کہ اے ہمارے رب ہمیں اپنی بیویوں اور اپنی اولاد سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا کر اور ہم کو پرہیزگاروں کا پیشوا بنا" (الفرقان ۶۳ تا ۷۴)۔

——"جو کچھ بھی تم لوگوں کو دیا گیا ہے وہ محض دنیا کی چند روزہ زندگی کا سروسامان ہے، اور جو کچھ اللہ کے ہاں ہے وہی بہتر بھی ہے اور پائیدار بھی۔ وہ اُن لوگوں کے لیے ہے جو ایمان لائے ہیں اور اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہیں۔ جو بڑے بڑے گناہوں اور فحش کاموں سے بچتے ہیں۔ اگر کبھی انہیں غصہ آجائے تو درگزر کرتے ہیں۔ جو اپنے رب کا حکم مانتے ہیں، نماز قائم کرتے ہیں، اپنے معاملات باہمی مشورے سے چلاتے ہیں، اور جو رزق ہم نے ان کو دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں[۱]، اور جب اُن پر زیادتی کی جاتی ہے تو اس کا مقابلہ کرتے ہیں۔ بُرائی کا بدلہ اُتنی ہی بُرائی ہے (جتنی کی گئی ہو)، پھر جو معاف کر دے اور اصلاح کرے اس کا اجر اللہ کے ذمہ ہے، اللہ ظالموں کو پسند نہیں کرتا۔ اور جو لوگ اپنے اوپر ظلم ہونے کے بعد بدلہ لیں ان کو ملامت نہیں کی جا سکتی، ملامت کے مستحق تو وہ ہیں جو دوسروں پر ظلم کرتے ہیں اور زمین میں ناحق زیادتیاں کرتے ہیں، ایسے لوگوں کے لیے دردناک عذاب ہے۔ البتہ جو صبر کرے اور درگزر کر جائے، تو یہ بڑی اولوالعزمی کے کاموں میں سے ہے" (الشوریٰ ۳۶ تا ۴۳)۔

——"انسان تھڑدلا پیدا کیا گیا ہے، جب اس پر مصیبت آتی ہے تو جزع فزع کرنے لگتا ہے اور

۱؎ رزق سے مراد رزق حلال ہے۔ قرآن میں کہیں حرام مال کو اللہ کا رزق نہیں کہا گیا ہے۔ آیت کا مطلب یہ ہے کہ اوّل تو جو رزق حلال ہم نے ان کو دیا ہے اسی میں سے خرچ کرتے ہیں، اپنے اخراجات کے لیے حرام مال پر ہاتھ نہیں مارتے، دوسرے اُس رزق کو سینت سینت کر نہیں رکھتے بلکہ اسے خرچ کرتے ہیں، تیسرے یہ کہ اس میں سے راہِ خدا میں بھی خرچ کرتے ہیں، سب کچھ اپنی ذات ہی کے لیے وقف نہیں کر دیتے۔

جب اسے خوشحالی نصیب ہوتی ہے تو بخل کرنے لگتا ہے۔ مگر وہ لوگ (اس عیب سے بچے ہوئے ہیں) جو نماز پڑھنے والے ہیں۔ جو اپنی نماز کی ہمیشہ پابندی کرتے ہیں۔ جن کے مالوں میں سائل اور محروم کا ایک مقرر حق ہے[1]۔ جو روزِ جزا کو سچ مانتے ہیں اور اپنے رب کے عذاب سے ڈرتے رہتے ہیں کیونکہ ان کے رب کا عذاب ایسی چیز نہیں ہے جس سے کوئی بے خوف ہو۔ جو اپنی شرم گاہوں کی (عریانی اور بدکاری سے) حفاظت کرتے ہیں، سوائے اپنی بیویوں اور مملوکہ عورتوں کے (جن سے محفوظ نہ رکھنے میں) ان پر کوئی ملامت نہیں، البتہ جو اس کے علاوہ کچھ اور چاہیں وہی حد سے تجاوز کرنے والے ہیں۔ جو اپنی امانتوں اور اپنے عہد و پیمان کا پاس کرتے ہیں۔ جو اپنی گواہیوں میں راستبازی پر قائم رہتے ہیں۔ اور جو اپنی نمازوں کی محافظت کرتے ہیں (المعارج ۱۹ تا ۳۴)

——— (اہل جنت وہ لوگ ہیں) "جو اپنی نذر[2] پوری کرتے ہیں اور اس دن سے ڈرتے ہیں جس کی آفت ہر طرف پھیلی ہوئی ہوگی۔ جو اللہ کی محبت میں مسکین اور یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم تمہیں صرف اللہ کے لیے کھلا رہے ہیں، تم سے کسی بدلے یا شکریے کے طالب نہیں ہیں، ہمیں تو اپنے رب سے اس دن کے عذاب کا ڈر ہے جو سخت مصیبت کا انتہائی طویل دن ہوگا" (الدھر ۷ تا ۱۰)۔

——— "دوڑ کر چلو اس راہ پر جو تمہارے رب کی بخشش اور اس جنت کی طرف لے جاتی ہے جس کی وسعت زمین اور آسمانوں جیسی ہے، جو ان خدا ترس لوگوں کے لیے مہیا کی گئی ہے جو خوشحالی اور تنگ حالی، ہر حال میں اپنے مال خرچ کرتے ہیں، جو غصے کو پی جاتے ہیں اور دوسروں کے قصور معاف کر دیتے ہیں۔ ایسے ہی نیک لوگ اللہ کو پسند ہیں۔ جن کا حال یہ ہے کہ اگر کبھی کوئی بُرا کام اُن سے سرزد ہو جاتا ہے یا (کسی گناہ کا ارتکاب کر کے) وہ اپنے نفس پر ظلم کر بیٹھتے ہیں تو اللہ کو یاد کر کے اپنے گناہوں کی معافی مانگتے ہیں، اور اللہ کے سوا کون گناہوں کا معاف کرنے والا ہے؟ وہ دیدہ و دانستہ اپنے کیے پر اصرار نہیں کرتے" (آل عمران ۱۳۳ تا ۱۳۵)۔

---

[1] یعنی انہوں نے طے کر رکھا ہے کہ اپنے مالوں میں سے اتنا سائل اور محروم کا حق ہے جسے وہ ادا کرتے رہیں گے۔ سائل سے مراد وہ محتاج شخص ہے جو اُن سے مدد مانگے۔ اور محروم سے مراد وہ شخص ہے جس کے متعلق اُن کو معلوم ہو جائے کہ یہ بیچارا اپنی ضروریات پوری کرنے کے لیے رزق پانے سے محروم رہ گیا ہے۔ وہ خواہ مانگنے نہ آئے، مگر یہ اس کی حالت سے واقف ہونے کے بعد خود جا کر اُس کی مدد کرتے ہیں۔

[2] نذر سے مراد کوئی ایسا نیک کام ہے جسے آدمی نے اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے کرنے کا خود عہد کیا ہو۔

فضائلِ اخلاق کی تعلیم | یہ جامع اخلاقی ہدایات بجائے خود ایسی تھیں جن سے کوئی صلاحیت پسند انسان، جس میں کچھ بھی اخلاقی حس اور خیر و شر کی تمیز موجود تھی، متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکتا تھا۔ لیکن قرآن نے صرف انہی پہ اکتفا نہ کیا بلکہ فضائلِ اخلاق میں سے ایک ایک کو نمایاں کر کے بتایا کہ اسلام انسان کو کن بھلائیوں سے آراستہ کرنا چاہتا ہے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب نے عملاً یہ دکھا دیا کہ وہ بھلائیاں صرف زبان سے کہنے کی ہی نہیں ہیں بلکہ اسلام نے جس زندگی میں بھی راہ پائی ہے وہ ان بھلائیوں سے آراستہ ہو گئی ہے۔ یہاں ان سب کو تفصیل کے ساتھ نقل کرنا مشکل ہے، اس لیے ہم ان میں سے چند کو بطورِ مثال نقل کرتے ہیں۔

——"نیکی اور تقویٰ میں تعاون کرو اور گناہ اور زیادتی میں تعاون نہ کرو۔ اللہ سے ڈرو، اللہ سخت سزا دینے والا ہے" (المائدہ-۲)۔

——(حضرت موسیٰؑ نے) "عرض کیا کہ میرے رب، جو احسان تو نے مجھ پہ کیا ہے اس کے بعد میں کبھی مجرموں کا مددگار نہ بنوں گا" (القصص ۱۷)۔

——"بُرائی کی مدافعت ایسی بھلائی سے کرو جو بہترین ہو۔ جو باتیں وہ تم پہ بناتے ہیں وہ ہمیں خوب معلوم ہیں۔ تم دعا کرو کہ اے میرے پروردگار میں شیطان کی اُکساہٹوں سے تیری پناہ مانگتا ہوں اور پناہ مانگتا ہوں اِس سے کہ وہ میرے پاس آئیں" (المومنون ۹۶ تا ۹۸)۔

——"وہ بُرائی کو بھلائی سے دفع کرتے ہیں اور جو رزق ہم نے دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔ اور جب بیہودہ بات اُنھوں نے سُنی تو اس کا جواب دینے سے پرہیز کیا اور کہا کہ ہمارے اعمال ہمارے لیے ہیں اور تمہارے اعمال تمہارے لیے۔ تم کو سلام ہے۔ ہم جاہلوں کا سا طریقہ اختیار نہیں کرنا چاہتے" (القصص ۵۴-۵۵)۔

——"وہ آخرت کا گھر (یعنی جنت) ہم اُن لوگوں کے لیے مخصوص کر دیں گے جو زمین میں اپنی بڑائی نہیں چاہتے اور نہ فساد برپا کرنا چاہتے ہیں" (القصص ۸۳)۔

——(یہ اہلِ ایمان وہ لوگ ہیں) "جنھیں اگر ہم زمین میں اقتدار بخشیں تو یہ نماز قائم کریں گے، زکوٰۃ دیں گے، نیکی کا حکم دیں گے اور بُرائی سے روکیں گے" (الحج - ۴۱)۔

——(اللہ کے نور کی طرف ہدایت پانے والے) "اُن گھروں میں پائے جاتے ہیں جنھیں بلند کرنے کا، اور جن

میں اپنے نام کے ذکر کا اللہ نے اذن دیا ہے - ان میں ایسے لوگ صبح و شام اُس کی تسبیح کرتے ہیں جنہیں تجارت اور خرید و فروخت اللہ کی یاد سے اور اقامتِ نماز اور ادائے زکوٰۃ سے غافل نہیں کر دیتی، وہ اُس دن سے ڈرتے ہیں جس میں دل اُلٹنے اور دیدے پتھرا جانے کی نوبت آجائے گی" (النور - ۳۶ - ۳۷) -

—— " اے لوگو جو ایمان لائے ہو، تمہارے مال اور تمہاری اولادیں تم کو اللہ کی یاد سے غافل نہ کر دیں - جو لوگ ایسا کریں گے وہی خسارے میں رہنے والے ہیں" (المنافقون - ۹) -

—— " اے لوگو جو ایمان لائے ہو، انصاف کے علمبردار بنو اور خدا واسطے کے گواہ بنو اگرچہ (تمہارے انصاف اور تمہاری گواہی کی) زد تمہارے اپنے اُوپر یا تمہارے والدین اور قریب ترین رشتہ داروں پر ہی کیوں نہ پڑتی ہو۔ صاحب معاملہ خواہ مالدار ہو یا غریب، اللہ تم سے زیادہ اُن کا خیر خواہ ہے - لہٰذا اپنی خواہشِ نفس کی پیروی میں عدل سے باز نہ رہو۔ اور اگر تم نے لگی لپٹی بات کہی یا سچائی سے پہلو بچایا تو جان رکھو کہ جو کچھ تم کرتے ہو اللہ کو اس کی خبر ہے" (النساء - ۱۳۵) -

—— " اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اللہ کی خاطر راستی پر قائم رہنے والے اور انصاف کی گواہی دینے والے بنو۔ اور کسی گروہ کی دشمنی تم کو اتنا مشتعل نہ کر دے کہ تم انصاف نہ کرو - انصاف کرو کہ یہی تقویٰ سے قریب تر ہے، اور اللہ سے ڈرو، جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس سے پوری طرح باخبر ہے" (المائدہ - ۸) -

—— " جو لوگ تم سے لڑتے ہیں اُن سے اللہ کی راہ میں لڑو اور حد سے نہ گزر جاؤ - اللہ حد سے گزرنے والوں کو پسند نہیں کرتا" (البقرہ - ۱۹۰) -

—— " اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اللہ سے ڈرو اور راست اور درست بات کیا کرو" (الاحزاب ۷۰) -

—— " جو کوئی تم پر زیادتی کرے اُس پر اُتنی ہی زیادتی کرو جتنی اس نے کی ہے اور اللہ سے ڈرو اور جان لو کہ اللہ بُرائی سے بچنے والوں کے ساتھ ہے" (البقرہ - ۱۹۴) -

—— " اگر تم بدلہ لو تو بس اُسی قدر لے لو جس قدر تم پر زیادتی کی گئی ہو - لیکن اگر تم صبر کرو تو وہ صبر کرنے والوں ہی کے لیے بہتر ہے" (النحل - ۱۲۶) -

—— " تم اہل کتاب اور مشرکین سے بڑی اذیت ناک باتیں سنو گے - (ان اشتعال انگیز باتوں پر) اگر تم صبر کرو اور خدا ترسی کی روش پر قائم رہو تو یہ بڑے حوصلے کا کام ہے" (آل عمران ۱۸۶) -

—— " اللہ بدگوئی پر زبان کھولنے کو پسند نہیں کرتا الّا یہ کہ جس پر ظلم کیا گیا ہو" (النساء - ۱۴۸) یعنی

مظلوم کو ظالم کے خلاف آواز اُٹھانے کا حق ہے۔

—— "نصیحت تو دانشمند لوگ ہی قبول کیا کرتے ہیں جو اللہ کے عہد کو وفا کرتے ہیں اور معاہدے توڑتے نہیں ہیں، جو اُن روابط کو جوڑتے ہیں جنہیں اللہ نے جوڑنے کا حکم دیا ہے اور اپنے رب سے ڈرتے اور اِس بات کا خوف رکھتے ہیں کہ کہیں اُن سے سخت حساب نہ لیا جائے، جو اپنے رب کی خوشنودی کی خاطر صبر کرتے ہیں، نماز قائم کرتے ہیں، جو کچھ بھی رزق ہم نے انہیں دیا ہے اس میں سے خفیہ اور علانیہ خرچ کرتے ہیں، اور بدی کو نیکی سے دفع کرتے ہیں" (الرعد ۱۹ تا ۲۲)۔

—— "اللہ تم کو حکم دیتا ہے کہ امانتیں اہل امانت کے حوالے کرو[1]، اور جب لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو عدل کے ساتھ کرو" (النساء ۵۸)۔

—— "اگر تم میں سے کوئی شخص کسی پر اعتماد کرکے کوئی امانت اس کے حوالہ کرے تو جس پر اعتماد کیا گیا ہے اسے چاہیے کہ اس کی امانت ادا کرے اور اللہ اپنے رب سے ڈرے" (البقرہ - ۲۸۳)۔

—— "تم نیکی کا مرتبہ نہیں پا سکتے جب تک وہ چیزیں (راہِ خدا میں) خرچ نہ کرو جنہیں تم پسند کرتے ہو۔ اور جو کچھ تم خرچ کرو گے، اللہ کو اس کا علم ہے" (آل عمران - ۹۲)۔

—— "اے لوگو جو ایمان لائے ہو، جو مال تم نے کمائے ہیں اور جو کچھ ہم نے زمین سے تمہارے لیے نکالا ہے اس میں سے بہتر حصّہ (راہ خدا میں) خرچ کرو اور بُری سے بُری چیز چھانٹ کر نہ دو، حالانکہ تم خود اُسے کبھی نہ لوگے اِلّا یہ کہ اغماض برت جاؤ۔ اللہ (تمہارے ایسے خرچ سے) بے نیاز اور ستودہ صفات ہے" (البقرہ - ۲۶۷)۔

—— "اگر علانیہ صدقات دو تو یہ بھی اچھا ہے، اور اگر ان کو مخفی رکھو اور غریب لوگوں کو دو تو یہ تمہارے لیے بہتر ہے۔ تمہاری بہت سی بُرائیاں (اِس طرزِ عمل سے) محو ہو جاتی ہیں اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ کو اس کی خبر ہے" (البقرہ - ۲۷۱)۔

---

[1] اِس کا ایک مطلب یہ بھی ہے کہ ذمہ داری کے مناصب (POSITIONS OF TRUST) ایسے لوگوں کے حوالہ کرو جو بارِ امانت اٹھانے کے اہل ہوں۔ مذہبی پیشوائی اور قومی سرداری کے مرتبے نااہل، بد دیانت، کم ظرف اور بدعمل لوگوں کو نہ دو، کیونکہ بُرے لوگوں کی قیادت پوری قوم کو خراب کر دیتی ہے۔

—— (صدقات خاص طور پر) "اُن فقراء کے لیے ہیں جو اللہ کی راہ میں ایسے گھِر گئے ہیں کہ زمین میں (اپنی کسبِ معاش کے لیے) دوڑ دھوپ نہیں کر سکتے۔ اُن کی خودداری کی وجہ سے ناواقف آدمی اُن کو خوشحال سمجھتا ہے، مگر تم اُن کے بُشرے سے اُن کی حالت جان سکتے ہو۔ وہ لوگوں کے پیچھے پڑ کر کچھ نہیں مانگتے۔ (ایسے لوگوں پر) تم جو مال بھی خرچ کرو گے اللہ کو اس کا علم ہے" (البقرہ۔ ۲۷۳)۔

—— (جہنم کی آگ سے) "وہ نہایت پرہیزگار آدمی دور رکھا جائے گا جو پاکیزہ ہونے کی خاطر اپنا مال دیتا ہے۔ اس پر کسی کا کوئی احسان نہیں ہے جس کا بدلہ اُسے چکانا ہو۔ وہ تو صرف اپنے ربِّ برتر کی خاطر یہ کام کرتا ہے" (الّیل ۱۷ تا ۲۰)۔

—— "اور خرچ کرو اُس مال میں سے جو ہم نے تم کو دیا ہے قبل اس کے کہ تم میں سے کسی کو موت آجائے اور وہ کہے کہ میرے رب، کاش تو مجھے تھوڑی سی مہلت دے دیتا کہ میں صدقہ دیتا اور صالحوں میں سے ہو جاتا" (المنافقون ۱۰)۔ یعنی صدقہ ایسی حالت میں کرو جب کہ تم صحیح و تندرست ہو، اِس کا انتظار نہ کرو کہ مرنے کا وقت آئے گا تو صدقہ کر دیں گے۔

—— "اگر تم ظاہر و باطن میں بھلائی ہی کیے جاؤ، یا بُرائی (کرنے والوں) کو معاف کر دو تو اللہ (کی صفت بھی یہی ہے کہ وہ) بڑا معاف کرنے والا ہے (حالانکہ سزا دینے پر) پوری قدرت رکھتا ہے" (النساء ۱۴۹)۔

—— "آپس کے معاملات میں فیاضی کو نہ بھولو" (البقرہ۔ ۲۳۷)۔

—— "قرض دار تنگ دست ہو تو اس کا ہاتھ کھلنے تک اسے مہلت دو، اور اگر صدقہ کر دو (یعنی قرض معاف کر دو) تو یہ تمھارے لیے زیادہ بہتر ہے اگر تم سمجھو" (البقرہ۔ ۲۸۰)۔

—— "یتیموں کے مال اُن کو دو اور اچھے مال کو بُرے مال سے نہ بدل لو اور نہ اُن کے مال اپنے مال کے ساتھ ملا کر کھا جاؤ۔ یہ بہت بڑا گناہ ہے" (النساء۔۲)۔

—— "یتیموں کی آزمائش کرتے رہو یہاں تک کہ وہ نکاح کی عمر کو پہنچ جائیں۔ پھر اگر تم ان کے اندر (اپنے معاملات خود سنبھال لینے کی) اہلیت پاؤ تو ان کے مال ان کے حوالے کر دو۔ ایسا کبھی نہ کرنا کہ فضول خرچی کر کے جلدی جلدی ان کا مال اس اندیشے سے کھا جاؤ کہ وہ بڑے ہو کر اپنا حق مانگیں گے۔ جو شخص مالدار ہو وہ (ان کی جائداد کے انتظام کا معاوضہ لینے میں) پرہیز سے کام لے، اور جو نادار ہو وہ معروف طریقے سے کھائے (یعنی جسے ہر انصاف پسند آدمی معقول معاوضہ قرار دے)۔ پھر جب اُن کے مال انھیں واپس دو تو ان پر گواہ

بنالو، اور حساب لینے کے لیے اللہ کافی ہے" (النساء - ٦)۔

——— (اللہ تمہیں فتویٰ دیتا ہے) "اُن یتیم لڑکیوں کے حق میں جن کے واجبی حق تم ادا نہیں کرتے اور اُن کے نکاح کرنے سے باز رہتے ہو، اور ان بچوں کے حق میں جو اپنا کوئی زور نہیں رکھتے، اور ہدایت کرتا ہے کہ یتیموں کے ساتھ انصاف پہ قائم رہو" (النساء ۱۲۷)۔

——— "جو لوگ نکاح کا موقع نہ پاتے ہوں وہ عفّت مآبی اختیار کریں یہاں تک کہ اللہ اپنے فضل سے ان کو غنی کر دے" (النور - ۳۳) - یعنی مجرّد لوگ ناجائز طریقوں سے خواہشاتِ نفس پوری نہ کریں۔

——— "اے نبی، مومن مردوں سے کہو کہ اپنی نظریں (غیر عورتوں کی دید سے) بچا کر رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی (عریانی و بدکاری سے) حفاظت کریں..... اور مومن عورتوں سے کہو کہ وہ بھی اپنی نظریں بچائیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں اور اپنی زینت کا، بجز اُس کے جو خود ظاہر ہو جائے، اظہار نہ کریں اور اپنے سینوں پر اپنی اوڑھنیوں کے آنچل ڈالے رہیں اور اپنی زینت نہ ظاہر کریں مگر ان لوگوں کے سامنے (جن کی تفصیل سورۂ نور کی اس آیت میں دی گئی ہے)، اور اپنے پاؤں زمین پہ اس طرح مارتی ہوئی نہ چلیں کہ جو زینت انھوں نے چھپا کر رکھی ہے اس کا علم لوگوں کو ہو جائے" (النور ۳۰-۳۱)۔

——— "اگر تم اللہ سے ڈرتی ہو تو دبی زبان سے اس طرح بات نہ کیا کرو کہ دل کی خرابی میں مبتلا کوئی شخص لالچ میں پڑ جائے بلکہ صاف سیدھی بات کرو۔ اپنے گھروں میں ٹک کر بیٹھو اور پچھلے دورِ جاہلیت کی سی سج دھج نہ دکھاتی پھرو" (الاحزاب ۳۲-۳۳)۔

——— "اے لوگو جو ایمان لائے ہو، حرام نہ کر لو اُن پاک چیزوں کو جو اللہ نے تمہارے لیے حلال کی ہیں، اور حد سے نہ گزرو کہ اللہ حد سے گزرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ اور اللہ نے جو حلال اور پاک رزق تمہیں دیا ہے اسے کھاؤ، اور اس خدا کی نافرمانی سے بچتے رہو جس پر تم ایمان لائے ہو" (المائدہ - ۸۷-۸۸)۔

——— "اور ہم اچھے اور بُرے حالات میں ڈال کر تمہاری آزمائش کر رہے ہیں" (الانبیاء ۳۵) - یعنی اس بات کی آزمائش کر رہے ہیں کہ اچھے حالات میں تم متکبّر، ظالم، خدا فراموش اور بندۂ نفس تو نہیں بن جاتے، اور بُرے حالات میں پست اور ذلیل اور ناجائز طریقے تو اختیار نہیں کرنے لگتے۔ یہ ایک کم ظرف آدمی کا کام ہے کہ اچھے حالات آئیں تو فرعون بن جائے اور بُرے حالات آئیں تو زمین پہ ناک رگڑنے لگے یا اُن کو بدلنے کے لیے ہر جائز و ناجائز طریقہ اختیار کرنے پہ اُتر آئے۔ مومن کا کام ہر حال میں راست روی پہ قائم رہنا ہے۔

——— "مومن مرد اور مومن عورتیں سب ایک دوسرے کے رفیق ہیں، بھلائی کا حکم دیتے ہیں، بُرائی سے روکتے ہیں، نماز قائم کرتے ہیں، زکوٰۃ دیتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے ہیں" (التوبہ ۷۱)۔

——— "جو عزت چاہتا ہو (اسے معلوم ہونا چاہیے کہ) عزت ساری کی ساری اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ اس کے ہاں جو چیز اُوپر چڑھتی ہے وہ صرف پاکیزہ قول ہے اور عملِ صالح اس کو اُوپر چڑھاتا ہے" (فاطر-۱۰)۔

صالح افراد ہی نہیں، صالح معاشرہ بھی مطلوب ہے

ان فضائل اخلاق کے ساتھ قرآن میں یہ بھی بتایا گیا کہ اسلام کا مقصود صرف صالح افراد تیار کرنا ہی نہیں ہے بلکہ انہیں جوڑ کر ایک صالح معاشرہ بنانا بھی ہے کیونکہ اس کے بغیر نوع انسانی کا خسران سے بچنا اور فلاح پانا ممکن نہیں ہے۔ اس مضمون کو اگرچہ بہت سی جگہ مختلف طریقوں سے بیان کیا گیا ہے، مگر ہم صرف دو مقامات کو بطور مثال لیتے ہیں۔

اَلَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ عَيْنَيْنِ وَ لِسَانًا وَّشَفَتَيْنِ وَهَدَيْنٰهُ النَّجْدَيْنِ. فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ. وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْعَقَبَةُ. فَكُّ رَقَبَةٍ اَوْ اِطْعٰمٌ فِيْ يَوْمٍ ذِيْ مَسْغَبَةٍ يَّتِيْمًا ذَا مَقْرَبَةٍ اَوْ مِسْكِيْنًا ذَا مَتْرَبَةٍ ثُمَّ كَانَ مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ وَتَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَةِ	کیا ہم نے انسان کو دو آنکھیں اور ایک زبان اور دو ہونٹ نہیں دیے اور (بھلائی اور بُرائی کے) دونوں نمایاں راستے نہیں دکھا دیے؟ مگر اُس نے دشوار گزار گھاٹی پر چڑھنے کی ہمت نہ کی۔ اور تم کیا جانو کہ وہ دشوار گزار گھاٹی کیا ہے؟ کسی گردن کو غلامی سے چھڑانا، یا فاقے کے دن کسی قریبی یتیم کو یا خاک نشین مسکین کو کھانا کھلانا۔ پھر یہ کہ آدمی اُن لوگوں میں شامل ہو جو ایک دوسرے کو صبر اور رحمدلی کی تلقین کریں۔

(البلد ۸ تا ۱۷)

اس میں غلام کو آزاد کرانا، یا قریبی یتیم یا خاک نشین مسکین کو کھانا کھلانا انفرادی نیکیاں ہیں جنہیں اُن بے شمار انفرادی نیکیوں میں سے بطور نمونہ پیش کیا گیا ہے جو افراد میں ہونی چاہییں۔ لیکن اس کے ساتھ یہ بھی ضروری قرار دیا گیا ہے کہ ایسے نیک افراد اُن لوگوں میں شامل ہوں جو ایمان لانے والے اور ایک دوسرے کو صبر اور خلق خدا پر رحم کھانے کی تلقین کرنے والے ہوں، تاکہ ان سے ایک صابر اور رحیم معاشرہ وجود

میں آئے، یعنی ایسا معاشرہ جو پاکیزہ اخلاق پر ثابت قدم ہو، بُرائیوں اور بُرائی کی ترغیبات سے اپنے آپ کو روکے، راہِ حق کی مشکلات اور مزاحمتوں کا پامردی سے مقابلہ کرے، راستی پر مضبوطی کے ساتھ قائم رہے، اور خلقِ خدا کے لیے ظالم وجابر اور سنگدل نہ ہو بلکہ رحیم وشفیق ہو۔ ایسا معاشرہ خدا اور آخرت پر ایمان اور رسول اور اس کے لائے ہوئے قانون پر غیر متزلزل یقین واعتماد کے بغیر نہیں بن سکتا۔ اس لیے لامحالہ یہ خوبیاں ایک مومن معاشرے ہی میں ایسی مضبوط بنیادوں پر قائم ہوسکتی ہیں جو دنیا کی زندگی میں پیش آنے والی کسی آزمائش میں بھی اپنی خوبیوں سے منحرف نہ ہوسکیں۔

وَالْعَصْرِ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ	زمانے کی قسم، انسان درحقیقت بڑے
خُسْرٍ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا	خسارے میں ہے، سوائے اُن لوگوں کے جو
وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا	ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے، اور ایک
بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ	دوسرے کو حق کی نصیحت اور صبر کی تلقین کرتے رہے۔

(العصر)

زمانے سے مراد گزرا ہوا زمانہ (یعنی تاریخ) بھی ہے اور گزرتا ہوا زمانہ بھی جو ہر آن گزر رہا ہے۔ اُس کی قسم کھانے کا مطلب یہ ہے کہ وہ اُس حقیقت پر گواہ ہے جو آگے بیان کی جا رہی ہے۔

انسان کا لفظ "مطلقاً" استعمال ہوا ہے، اس لیے اس سے مراد ایک ایک انسان بھی ہے، انسانوں کا ہر مجموعہ بھی، اور پوری نوعِ انسانی بھی۔

خسارے کا لفظ گھاٹے اور نقصان اور ناکامی کے معنی میں استعمال ہوتا ہے، جو فلاح، نفع اور کامیابی کی ضد ہے۔

قسم کھا کر قطعیت کے ساتھ یہ بات کہی گئی ہے کہ جو تاریخ گزر چکی ہے، اور جو حال اب گزر رہا ہے، دونوں اس بات پر گواہ ہیں کہ انسان بحیثیتِ شخص، بحیثیتِ قوم اور بحیثیتِ نوع، فلاح نہیں بلکہ خسارے میں مبتلا ہے، اور اس خسارے سے صرف وہی لوگ محفوظ ہیں اور رہے ہیں جن میں یہ چار صفتیں پائی گئی ہیں اور پائی جاتی ہیں:

ایک، ایمان، یعنی اس بات پر پورا یقین کہ صرف اللہ وحدہٗ لاشریک ہی خالق، مالک، رازق، حاجت روا، معبود اور حاکم ہے جس کی بندگی واطاعت اور پرستش کرنی چاہیے، اور اللہ کے رسول کی

لائی ہوئی ہدایت ہی برحق ہے جس کی پیروی کرنی چاہیے، اور زندگی صرف یہی دنیا کی عارضی زندگی نہیں ہے بلکہ اِس کے بعد ایک دوسری مستقل اور پائیدار زندگی بھی آنے والی ہے جس میں ہم کو اپنے اُن اعمال کا حساب دینا ہے جو ہم نے دنیا میں کیے ہیں اور اُن کی جزا یا سزا پانی ہے۔ یہ ایمان فلاح پانے اور خسارے سے بچنے کے لیے شرطِ اوّل ہے کیونکہ اس کے سوا کوئی دوسری چیز ایسی نہیں ہے جو سیرت و اخلاق اور کردار کے لیے ایک مضبوط بنیاد فراہم کرتی ہو اور جس پر ایک پاکیزہ زندگی کی عمارت قائم ہوسکتی ہو۔ اس کے بغیر انسانی زندگی خواہ بظاہر کتنی ہی خوشنما ہو، اُس کا حال ایک بے لنگر کے جہاز کا سا ہوتا ہے جو اغراض اور خواہشات اور تخیّلات کی موجوں کے ساتھ بہتا چلا جاتا ہے اور کہیں قرار نہیں پکڑ سکتا۔

دوسرے، اعمال صالحہ، جن کا تعلق ایمان کے ساتھ بیج اور درخت کا سا ہے۔ ایمان وہ بیج ہے جس کے بغیر اعمال صالحہ کا درخت پیدا نہیں ہوسکتا، خواہ بعض لوگوں کی زندگیوں میں ایمان کے بغیر کچھ ظاہری اور ناپائیدار خوبیاں اور نیکیاں پائی جاتی ہوں۔ اور درخت وہ اعمالِ صالحہ ہیں جن کا اُس انسان کی زندگی میں رونما ہونا اور نشوونما پانا عقل اور منطق کا لازمی تقاضا ہے جس کے دل میں ایمان کا بیج بویا جاچکا ہو۔ اگر کہیں یہ بیج بویا گیا ہو اور اس سے اعمالِ صالحہ کا درخت پیدا نہ ہو تو اس کے معنی یہ ہیں کہ آدمی کا دل اِس بیج کی قبر بن گیا ہے، اور خسارے سے اُس کے بچنے کی کوئی ضمانت نہیں ہے، کیونکہ ایمان کے ساتھ اعمالِ صالحہ خسارے سے بچنے کی دوسری لازمی شرط ہیں۔

مذکورۂ بالا دونوں صفتیں انفرادی حیثیت سے افراد میں بھی پائی جاسکتی ہیں، اور وہ صرف انفرادی فلاح کی ضامن ہوسکتی ہیں۔ مگر اجتماعی فلاح اِس کے بغیر ممکن نہیں ہے کہ معاشرے میں بحیثیت مجموعی اِن دو صفتوں کے ساتھ وہ مزید دو صفتیں بھی پائی جائیں جنھیں اِس سورہ میں خسارے سے بچنے کے لیے بطورِ شرط بیان کیا گیا ہے، اور وہ ہیں صالح مومنوں کا ایک دوسرے کو حق کی نصیحت اور صبر کی تلقین کرنا۔

حق کا لفظ باطل کی ضد ہے اور بالعموم یہ دو معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ ایک، صحیح اور سچی اور مطابقِ عدل و انصاف اور مطابقِ حقیقت بات خواہ وہ عقیدہ و خیال سے متعلق ہو یا دنیا کے معاملات سے۔ دوسرے وہ حق جس کا ادا کرنا انسان پر واجب ہو، خواہ وہ خدا کا حق ہو یا بندوں کا یا خود اپنے نفس کا۔ پس حق کی نصیحت کرنے کا مطلب یہ ہے کہ صالح اہلِ ایمان کا معاشرہ ایسا بے حس نہ ہو کہ اس میں باطل سر اُٹھا رہا ہو اور حقوق پامال کیے جا رہے ہوں، مگر لوگ خاموشی کے ساتھ اس کا تماشا دیکھتے رہیں۔ بلکہ اُس کا اجتماعی ضمیر

ایسا زندہ ہو، اور اس کے افراد اس بات کو اپنی ذاتی ذمہ داری سمجھتے ہوں کہ جہاں بھی باطل سر اُٹھائے یا کوئی حق پامال ہوتا نظر آئے، وہاں باطل کی مخالفت اور حق کی حمایت کرنے کے لیے لوگ اُٹھ کھڑے ہوں۔ کوئی شخص صرف خود ہی حق پرست اور راستباز اور عادل و منصف اور حق داروں کے حقوق ادا کرنے پر اکتفا نہ کرے، بلکہ دوسروں کو بھی اِسی طرزِ عمل کی نصیحت کرے۔ یہی وہ چیز ہے جو معاشرے کو اخلاقی زوال و انحطاط سے بچانے کی ضامن ہوتی ہے۔ اگر کوئی معاشرہ اِس روح سے خالی ہو تو وہ خُسران سے نہیں بچ سکتا، بلکہ اجتماعی بگاڑ بڑھتا رہے تو افراد کا بھی حق پر قائم رہنا مشکل ہو جاتا ہے :

صبر کے لُغوی معنی روکنے اور باندھنے یا رُکنے اور باز رہنے کے ہیں۔ اور عربی زبان کے استعمالات میں یہ لفظ تحمّل، برداشت، ضبط، ثابت قدمی، عزم و ارادے کی مضبوطی، اور ہمت و جرأت کے ساتھ کسی مزاحم طاقت کے مقابلے میں ڈٹ جانے کے لیے بولا جاتا ہے۔ لیکن قرآن مجید میں اِس لفظ کو اتنے وسیع معنی میں استعمال کیا گیا ہے کہ مومن کی پوری زندگی صبر کی زندگی بن جاتی ہے۔ اپنے جذبات و میلانات اور خواہشات و رُجحانات کو حدود اللہ کا پابند بنانا۔ خدا کی نافرمانی میں خواہ کیسے ہی فائدے اور کیسی ہی لذتیں حاصل ہونے کے مواقع نظر آتے ہوں، ان کے لالچ میں مبتلا ہو کر پھسل نہ جانا۔ خدا کی فرمانبرداری میں جو نقصانات تکلیفیں اور محرومیاں پیش آئیں انہیں برداشت کرلے جانا۔ عمر بھر ضبطِ نفس سے کام لے کر گناہ کی جانب شیطان کی ہر ترغیب اور نفس کی ہر خواہش کو رد کرتے رہنا۔ ہر طمع اور خوف کے مقابلے میں حق پرستی پر قائم رہنا۔ ہر اُس اذیت اور نقصان کو گوارا کر لینا جو اِس دنیا میں راستبازی اختیار کرنے سے پہنچے، اور ہر اُس فائدے اور لذت کو ٹھکرا دینا جو ناجائز طریقے اختیار کرنے سے حاصل ہو۔ حرام خوروں کے ٹھاٹھ باٹھ دیکھ کر رشک و تمنّا کے جذبات سے بے چین ہونا تو درکنار ان کی طرف نگاہ بھر کر بھی نہ دیکھنا اور ٹھنڈے دل سے یہ سمجھ لینا کہ ایک ایماندار آدمی کے لیے اُس چمکدار گندگی سے وہ بے رونق طہارت ہی بہتر ہے جو اللہ اپنے فضل سے اُس کو بخشے۔ ایمان لانے کے سارے خطرات کو اپنی جان پر جھیل جانا۔ دشمنانِ حق کے ہر ظلم کو مردانگی کے ساتھ برداشت کرنا۔ مخالفتوں کے طوفان اور مصائب و مشکلات کے ہجوم میں حق کی حمایت پر جمے رہنا اور باطل کے آگے دبنے یا اس سے مصالحت کر لینے کا خیال تک دل میں نہ لانا۔ مخالفین کی زیادتیوں اور ان کے طعن و استہزا اور کذب و افترا پر بے ساختہ جھنجھلا نہ جانا بلکہ سکون کے ساتھ اپنے جذبات پر قابو رکھتے ہوئے تبلیغ و اصلاح کا کام حکمت کے ساتھ کرتے رہنا خواہ اس کے نتیجہ خیز ہونے کے امکانات بظاہر دور دور تک کہیں نظر نہ آتے ہوں۔ اشتعال انگیزیوں پر بے صبر ہو کر جلد بازی میں کوئی ایسا غلط

کام نہ کرنا جو دعوتِ حق کی مصلحت کے خلاف اور مقصدِ دعوت کے لیے نقصان دہ ہو. سالہا سال تک اُن باطل پرست اشرار کے مقابلے میں حق کی خاطر جدوجہد کرتے رہنا جو اخلاق کی ساری حدیں پھاند جاتے ہوں اور طاقت واقتدار کے نشے میں بدمست ہو رہے ہوں، مگر کسی حال میں راستی سے ہٹ کر اُن کی سی ناروا تدبیریں اختیار کرنے پر نہ اُتر آنا۔ باطل کے مقابلے میں حق کی کمزوری اور اقامتِ حق کی سعی کرنے والوں کی مسلسل ناکامیاں اور ائمۂ باطل کی سرفرازیاں اور کامیابیاں دیکھ کر مایوس و دل شکستہ نہ ہونا۔ کبھی گھبراہٹ اور بے حوصلگی اور بدحواسی میں مبتلا ہو کر یہ نہ سمجھنا کہ اقامتِ حق کی سعی لاحاصل ہے اور اب یہی مناسب ہے کہ اُس ذرا سی دینداری پر قناعت کر کے بیٹھ رہا جائے جس کی گنجائش کفر وفسق کی سلطانی میں مل رہی ہو۔ بد سے بدتر حالات میں بھی عزم وہمت کے ساتھ حق کی سربلندی کے لیے کوشش جاری رکھنا۔ ایک مومنِ صابر یہ سب کچھ اس لیے نہیں کرتا کہ اس کے ثمرات ونتائج اسی دنیا میں اُسے حاصل ہوں گے بلکہ اس اعتماد پر کرتا ہے کہ مرنے کے بعد جو دوسری زندگی آنے والی ہے اُس میں وہ اپنے اس کیے کا پھل پائے گا۔ پھر وہ ایسا چھچھورا بھی نہیں ہوتا کہ اچھا وقت آئے اور دنیا میں کامیابیاں اس کے قدم چومیں تو اکڑ جائے اور فخر وغرور میں مبتلا ہو کر فرعون بن جائے، اور بُرا وقت آئے تو بلبلا اُٹھے اور اُس وقت کو ٹالنے کے لیے کوئی ذلیل سے ذلیل حرکت کرنے میں بھی تامّل نہ کرے۔ وہ ہر حالت میں اپنا توازن برقرار رکھتا ہے۔ وقت کی ہر گردش کے ساتھ اپنا رنگ نہیں بدلتا بلکہ ہمیشہ ایک معقول اور صحیح رویّہ پر قائم رہتا ہے۔ حالات سازگار ہوں اور وہ دولت واقتدار وناموری کے آسمانوں پر چڑھ رہا ہو تو اپنی بڑائی کے نشے میں بدمست نہیں ہوتا۔ اور کسی وقت مصائب ومشکلات کی چکی اسے پیسے ڈال رہی ہو تو اپنے جوہرِ انسانیت کو اس میں ضائع نہیں کر دیتا۔ خدا کی طرف سے آزمائش خواہ نعمت کی شکل میں آئے یا مصیبت کی صورت میں، اُس کی بُردباری اپنے حال پر قائم رہتی ہے۔ سورۂ عصر کا منشا یہ ہے کہ انسان خسارے سے صرف اسی صورت میں بچ سکتا ہے کہ افراد فرداً فرداً بھی مومن، صالح، حق پرست اور صابر ہوں، اور ان سے ایک ایسا معاشرہ بھی وجود میں آئے جس میں ہر فرد دوسرے کو حق اور صبر کی تلقین کرے۔

یہ اخلاق کا ہتھیار وہ زبردست ہتھیار تھا جس کا کوئی توڑ مشرکینِ قریش اور کفارِ عرب کے پاس نہ تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلام کے خلاف خواہ کیسی ہی الزام تراشیاں وہ کرتے، کوئی معقول آدمی یہ باور نہ کر سکتا تھا کہ ایسی اعلیٰ درجے کی اخلاقی تعلیم کوئی خود غرض، یا مجنون، یا ساحر یا کاہن دے سکتا ہے۔

(باقی)